قرآن حکیم کا جامع انسائیکلوپیڈیا

مقالات تحریر کرنے کے لئے ہدایات

مرکز العلوم الاسلامیہ اور قرآن انسائیکلوپیڈیا کا مختصر تعارف

مرکز العلوم الاسلامیہ (Center for Islamic Sciences, CIS) کینیڈا اور امریکہ میں قائم ایک بلاغرض منافع ادارہ ہے جس کا مقصد اسلام اور اسلامی تہذیب کے بنیادی مصادر کی روشنی میں عہد حاضر کے تقاضوں اور علمی ضروریات کو حل کرنے کی کوشش کی جائے اور قرآنِ حکیم اور تعلیماتِ رسول صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جو فکرِ اسلامی کے دو عالمگیر اور تادمِ آخر قائم رہنے والے منابع ہیں، کی مدد سے تصورِ انسان اور تصورِ کائنات کو علمی بنیادوں پر دریافت کرنے کے عمل کو عام کیا جائے۔

مرکز العلوم الاسلامیہ سنہ ۲۰۰۰ء میں، مرکز الاسلام والعلم (Center for Islam and Science) کے نام سے قائم کیا گیا تھا۔ ادارے نے ۲۰۰۳ء میں ایک شش ماہی جرنل، اسلام اور سائنس (Islam and Science) کے نام سے شائع کرنا شروع کیا اور چند ہی برسوں میں یہ جرنل عالمی سطح پر ایک وقیع جریدے کے طور پر مشہور ہو گیا۔ سنہ ۲۰۱۳ء میں مرکز اور اس کے جرنل کا نام تبدیل کر دیا گیا تاکہ یہ زیادہ جامع نام سے اپنے کام کو آگے بڑھا سکیں۔ گزشتہ چوتھائی صدی میں مرکز العلوم الاسلامیہ نے گوناگوں پہلوؤں سے اسلام کی مذہبی، سماجی، اخلاقی، سائنسی اور فلسفیانہ جہات کے ذریعے عہدِ حاضر کے مسائل پر جو کام کیا ہے، وہ کانفرنسوں، سیمینارز، اور شائع شدہ علمی اور تحقیقی کاموں پر مشتمل ہے۔ ادارے کے جرنل میں تقریباً تین ہزار صفحات پر پھیلے ایسے مضامین شائع کیے گئے ہیں جو علمی دنیا میں ان موضوعات پر کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ عالمی شہرت رکھنے والے ستر سے زائد مصنفین کی یہ تحریریں عہدِ حاضر کے مسائل پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب کے عظیم نمائندوں کی زندگیوں اور علمی کام کو بھی سامنے لاتے ہیں.

[مزید معلومات کے لئے دیکھیے، ادارے کی ویب سائٹ: http://www.cis-ca.org]

سنہ ۲۰۰۷ء میں مرکز العلوم الاسلامیہ نے قرآن اور قرآن فہمی کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے ایک بڑے تحقیقی اور علمی منصوبے کا آغاز کیا اور قرآنِ حکیم کا ایک ایسا جامع انسائیکلوپیڈیا شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا جو خالصتاً اسلامی مصادر کی مدد سے قرآنِ مجید کے پیغام کو تین طرح کے قارئین تک

پہنچا سکے: ایسے مسلمان جو اللہ کی کتاب کو گہرائی میں سمجھنا چاہتے ہیں؛ تلاشِ حق میں سرگرداں ایسے غیر مسلم جو سنجیدگی سے قرآنِ حکیم کے پیغام تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور مغربی یونیورسٹیوں میں علوم قرآن کی اُس روایت میں مسلمانوں کا نکتہ نظر پیش کرنا جو اب تک غیر مسلموں کے تسلط میں ہے۔

قرآن حکیم کا جامع انسائیکلوپیڈیا چودہ سو سال پر پھیلی اسلامی علمی روایت کی بنیاد پر قرآن میں مذکور تمام تصورات، افراد، اشیاء، مقامات، اور واقعات کو ۵۲۹ مقالوں میں پیش کرے گا؛ یہ مقالات چھ جلدوں میں آئیں گے؛ ساتویں جلد مختلف طرح کے اشاریوں پر مبنی ہو گی۔ تقریباً چار ہزار صفحات پر مشتمل اس منصوبے کو Integrated Encyclopedia of the Quran (IEQ) کا نام دیا گیا۔ ۲۰۰۹ء میں انگریزی زبان میں اس کے مقالات تحریر ہونے شروع ہوئے۔ پہلی جلد ۲۰۱۳ء میں اور دوسری جون ۲۰۲۴ء میں شائع ہوئی، جبکہ تیسری اگست ۲۰۲۵ء میں متوقع ہے۔

مقالات کی ساخت اور اسلوبِ تحریر

۱. ہر مقالہ موضوع کی تعریف سے شروع ہوتا ہے، مثلاً مقالہ تکیے درج ذیل تعاریف سے شروع ہوتا ہے:

> اس مقالے میں تکیے سے مراد مختلف اقسام کے ایسے ریشمی اور مخملی نرم و گداز گدے ہیں جنہیں جنت کی مسندوں پر اہل جنت کے آرام و سکون کے لیے بچھایا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں مذکور سات اسماء، سولہ آیات میں، براہ راست، یا بالواسطہ طور پر، ان تکیوں کے لیے استعمال ہوئے ہیں جو جنت کے مکینوں کی آسائش اور سہولت کے لیے بچھائے گئے ہیں۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ جنتی تکیے اُس کے مکینوں کی اُس شاہانہ زندگی کا استعارہ ہیں جو عام طور پر اِس دنیا میں شہنشاؤں کے طرزِ زندگی سے وابستہ ہے۔ اس مقالے میں ان تکیوں سے وابستہ مضامین ان سات اسماء کی تفصیل کے ذریعے پیش کیے جا رہے ہیں جو کتاب اللہ میں استعمال ہوئے ہیں۔

۲. ابتدائی حصہ، 'تعارف اور جہات' کے عنوان کے تحت مقالے کے موضوع سے متعلق قرآن حکیم میں استعمال کی گئی تمام اصطلاحات اور ان کی لغوی تحقیق سے متعلق ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر بابل پر مقالہ یوں شروع ہوتا ہے:

> بابل
>
> قرآن حکیم میں بابل کا حوالہ ایک دفعہ ایسے شہر کے طور پر کیا گیا ہے جہاں بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے سحر سیکھا (بقرہ: ۲:۱۰۲)۔ یہ قدیم شہر موجودہ عراق میں واقع ہے۔ بابل بلبلہ سے ماخوذ ہے اور بلبل کا مصدر ہے جس کا معنی ہے الجھاؤ یا

خلفشار[1]۔ شہر کا نام بابل اسی اعتبار سے پڑا کیوں کہ جب نمرود کا تعمیر کردہ مینار تباہ ہو گیا تو اس علاقے میں بولی جانے والی زبانیں باہم خلط ملط ہو گئیں۔[2]

ابو عُمر بن عبد البَر (۳۶۸-۴۶۳ھ / ۹۷۸-۱۰۷۰م) کہتے ہیں کہ زبانوں کے اختلاط سے متعلق سب سے ثقہ روایت ابن عباس (۳ق ھ-۶۸ھ / ۶۱۹-۶۸۸م) کی ہے، جن کا کہنا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام جبل جودی (دیکھیے سفینہ، جبال) کے نیچے پہنچے تو انہوں نے وہاں ایک شہر آباد کیا اور اس کے ۸۰ کے قریب نام رکھے۔ ایک روز ان کی زبان ۸۰ زبانوں میں تقسیم ہو گئی، جن میں سے عربی بھی ایک زبان تھی؛ اس کے بعد ان میں سے بعض ایک دوسرے کی زبان سمجھنے سے قاصر ہو گئے۔[3]

۳. مقالے کا متن اور مرکزی موضوعات

تعریفات اور جہات کے بعد مقالے کا خاکہ اپنے ذیلی عنوانات کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔ مثلاً مقالہ تکیے کا خاکہ یوں ہے:

قرآن حکیم میں تکیوں کا ذکر مندرجہ اسماء سے کیا گیا ہے:

- ارائک
- مُتَّکَأ
- نمارق
- رفرف
- عبقری
- سُرُر، اور
- زرابی

۴. مقالے کا مرکزی متن

اس فہرست کے بعد مذکورہ عنوانات کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔ مثلاً مقالہ تکیے کا پہلا عنوان ارائک ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

[1] فراہیدی، العین۔
[2] قرطبی، تفسیر۔
[3] قرطبی، تفسیر۔

ارائک، جس کا مفرد اریکہ ہے، سہ حرفی مادے ء-ر-ک سے مشتق ہے۔ ارائک سے مراد ہے "کسی خیمے میں تزئین و آرائش سے بھرپور نرم و گداز تخت"، "پلنگ پر سجی عروسی مسہری"،[4] اور کوئی بھی چیز جو "موتیوں اور جواہرات سے مزین ہو"۔ یہ لفظ قرآنِ مجید میں پانچ مرتبہ وارد ہوا ہے: تین بار ان تکیوں کے لیے جن پر اہل جنت مسندیں لگائے بیٹھے ہوں گے اور دو مرتبہ ان جنتی مسندوں کے لیے جن پر بیٹھنے والے جنت کا نظارہ کر رہے ہوں گے۔[5]

لغت و ادب کے ماہر ابو عوسجہ توبہ بن قتیبہ الہجیمی السمرقندی، جو معروف لغوی عبد الملک بن قُریب الاسمعی (۱۲۳-۲۱۶ / ۷۴۱-۸۳۱) کے شاگرد ہیں، کا کہنا ہے: "ارائک سے مراد گاؤ تکیے ہیں"۔ عباسی عہد کے اہم نحوی، مفسر اور ماہرِ لغت محمد بن القاسم بن محمد بن بشار بن الحسن بن بیان بن سماعۃ بن فروۃ بن قطۃ بن دعامۃ أبو بكر الأنباري (۲۷۱-۳۲۸-۸۵۰-۹۴۰)، جو ابن الانباری کے نام سے معروف، کہتے ہیں کہ "اریکہ سے مراد کسی خیمے میں موجود وہ تخت یا دیوان ہی ہے جس پر گاؤ تکیے اور گدے بچھے ہوں"۔

۵. مقالے کی فنی تدوین اور مصادر کا اسلوب

- جب ایک سے زیادہ حوالے دیے جائیں تو مصادر و مآخذ زمانی ترتیب سے ذکر کیے جاتے ہیں۔ قدیم ترین مصادر کو ترجیح دی جاتی ہے اور انہیں بعد میں آنے والے مصنفین سے پہلے لکھا جاتا ہے۔ مثلاً عربی لغات میں فراہیدی کی لغت سب سے قدیم مصدر ہے؛ اس کا ذکر پہلے آئے گا۔
- قرآن انسائیکلوپیڈیا کوشش کرتا ہے کہ قدیم ترین دستیاب مصادر کو استعمال کیا جائے، اس اصول کا اطلاق صنف علم پر ہوتا ہے۔
- پہلے ذکر پر مصنف کا پورا نام، تاریخ پیدائش / وفات ہجری / عیسوی کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ مثلا: 'ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی الملقب بفخر الدین الرازی (۵۴۳-۶۰۶ / ۱۱۴۸-۱۲۰۹) کا کہنا ہے کہ۔۔۔؛
- بعد میں مختصر نام استعمال کرتے ہیں؛ جیسے: 'الرازی کا کہنا ہے کہ۔۔۔، (دیکھیے ناموں کے اختصار کا جدول)
- جہاں بھی مقالہ کسی ایسے موضوع کی طرف اشارہ کرے جو انسائیکلوپیڈیا میں موجود دوسرے مقالوں کا موضوع ہے، تو (قوسین) میں اس موضوع کا حوالہ دے دیا جاتا ہے۔ مثلاً:

جب حضرت نوح علیہ السلام جبل جودی (دیکھیے سفینہ، جبال) کے نیچے پہنچے تو انہوں نے وہاں ایک شہر آباد کیا۔

---

[4]

[5] المطففین ۲۳،۳۵۔

- یہ موسوعہ علمی انداز میں، بنیادی مآخذ و مصادر کی مدد سے تحریر کیا جارہا ہے؛ اس لیے اس میں ہر اہم بات کو ٹھوس علمی بنیادوں اور عالمانہ انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔
- قرآن انسائیکلوپیڈیا میں افراد، مقامات اور اشیاء کے ناموں کے لیے وہی نام استعمال کیا جاتا ہے جو قرآن میں ذکر ہوا ہے، کوئی متبادل نام استعمال نہیں کیا جاتا؛ یہ بات انگریزی ورژن کے لیے اہم ہے۔
- جب بھی نبی کریم ﷺ، انبیائے کرام علیہم السلام یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام ذکر کیے جاتے ہیں تو ان کے ساتھ اسلامی شعار کے مطابق درود و سلام اور دعائیں ذکر کی جاتی ہیں: مثلاً:

حضرت محمد ﷺ؛ حضرت ابراہیم علیہ السلام؛ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ

۶. مصادر

قرآن انسائیکلوپیڈیا مکمل طور پر روایتی اسلامی علمی ذخیرے پر انحصار کرتا ہے۔ قدیم ترین آخذ سے شروع کر کے، زمانی ترتیب کے ساتھ متاخر مصنفین کی تحریروں سے استفادہ کیا جاتا ہے اور حوالہ دیتے ہوئے بھی زمانی ترتیب کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔: مثلاً:

لفظِ "عربی" کا عام مفہوم آباد علاقے میں رہنے والا باشندہ ہے، لیکن قرآن میں یہ لفظ افراد نہیں بلکہ فقط زبان کی صفت کے معنوں میں وارد ہوا ہے، جب کہ قومِ عرب کے ذکر کے لیے قرآن نے اُمیّین کی اصطلاح استعمال کی ہے (دیکھیے: عربی؛ اُمّی)[۶]۔ دوسری اصطلاح بدو کا مادہ ب-د-و ہے جس سے فعلِ ماضی "بدا" مشتق ہے جس کا معنی ہے خود کو پیش کرنا۔ یعنی بیابان صحراء میں کسی شے کا اپنے مخصوص وجود کی وجہ سے نمایاں ہو کر نظر آنا، اسی اعتبار سے بیابان صحراء کو بادیہ کہا جاتا ہے جہاں کسی دوسری بصری رکاوٹ نہ ہونے کی وجہ سے موجود اشیاء آسانی سے نگاہ کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں، یہ حضر کی ضد ہے جس سے مراد شہر، قریہ یا آبادی والا علاقہ ہے۔[۷]

- انیسویں صدی کے بعد تحریر شدہ تفاسیر کو صرف اسی وقت استعمال کیا جاتا ہے جب وہ کوئی ایسا نکتہ بیان کریں جو مقالے کے لیے اہم ہو، لیکن انیسویں صدی سے پہلے اس پر بحث نہ کی گئی ہو، البتہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔
- قرآن انسائیکلوپیڈیا غیر مسلم مصادر و مراجع کو استعمال نہیں کرتا۔
- **قرآنی آیات کے تراجم** کے لیے ادارہ کسی خاص ترجمے کے استعمال پر اصرار نہیں کرتا۔ مصنفین اپنی مرضی سے انتخاب کر سکتے ہیں۔ البتہ صحتِ ترجمہ لازم ہے۔ اسی طرح احادیث کے تراجم۔

---

۶ ابن فارس، مادہ ع-ر-ب؛ قرطبی اور نسفی بابت قران ۹:۹۷۔

۷ ازہری، الفارابی، فراہیدی، ابن فارس اور الجوہری ذیل مادہ ع-ر-ب؛ راغب در مادہ ب-د-ا؛ قرطبی بابت قرآن ۳۳:۲۰۔

۷. زبان کا لہجہ اور آہنگ

اس انسائیکلوپیڈیا کے ممکنہ قاری ایسے پڑھے لکھے افراد ہیں جو عربی نہیں جانتے، یا بہت کم جانتے ہیں۔ یہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ اردو سے کماحقہ واقف ہیں، گو بہت ثقیل علمی اردو نہیں پڑھ سکتے۔ ان مفروضات کی روشنی میں اردو ورژن کے لیے مقالے ایسی زبان میں لکھے جاتے ہیں جس کا آہنگ پر شکوہ ہو، جو اپنے موضوع، یعنی اللہ کریم کی کتاب، کے شایان شان ہو، لیکن جو عام قاری کی دسترس میں بھی آسکے۔ اس منصوبے کا کلیدی مقصد یہ ہے کہ یہ قرآنِ حکیم کے پیغام کو ان لوگوں تک پہنچا سکے جو علوم قرآنی کے ماہر نہیں، نہ ہی وہ عہد حاضر کے مسائل کو قرآنی نقطہ نظر سے سمجھتے ہیں، لیکن جو حقیقی طور پر زندگی اور کائنات کے بارے میں بڑے بڑے سوالات کو اللہ کی کتاب کی تعلیمات کی روشنی میں، مستند حوالوں کے ساتھ سمجھنا چاہتے ہیں۔

۸. ذاتی خیالات اور آراء

اس انسائیکلوپیڈیا کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ مصنفین کے ذاتی خیالات اور آراء کے بجائے، چودہ سو سالہ اسلامی روایت میں موجود تفہیم قرآن کی کوششوں کو، جامع اور مستند انداز میں پیش کرتا ہے۔ اس کا ہر مقالہ، علمی شان کے ساتھ، عظیم الشان پیغامِ الٰہی کو، عہد حاضر کی ضرورتوں کے مطابق، صدیوں پرانے اصل مصادر کی روشنی میں، مکمل حوالہ جات کے ساتھ، قاری کے سامنے لاتا ہے۔ ہر اہم نکتہ، ہر اہم بیان، فوراً ہی اپنے مآخذ کی نشاندہی کرتا ہے اور فٹ نوٹ کی شکل میں قاری کو بتاتا ہے کہ یہ بات سب سے پہلے کس نے کہی اور بعد میں آنے والے کن علماء نے اس سے اتفاق یا اختلاف کیا۔: مثلاً:

> کیا ایمان میں کمی بیشی ممکن ہے؟
>
> یہ ایک معروف اختلافی مسئلہ ہے جس میں ایک طرف قدیم محدثین، معتزلہ اور اشعری علماء کا موقف ہے جب کہ دوسری طرف ماتریدیہ کا نقطہ نظر ہے۔ پہلے گروہ کا عقیدہ ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اور اس کے ثبوت کے لیے وہ عقلی اور نقلی دونوں دلائل پیش کرتے ہیں۔ عقلی دلائل پیش کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ اگر ایمان میں اضافہ یا کمی ممکن نہ ہو تو پھر امت کے ہر فرد- حتی کہ گناہ گار ترین افراد- کا ایمان بھی انبیاء، فرشتوں اور صدیقین کے ایمان کے برابر ہو گا، جو ایک انتہائی غیر منطقی بات ہے۔ نقلی دلائل میں سب سے پہلے قرآن حکیم کی وہ واضح آیات ہیں جو ایمان میں کمی بیشی کو بیان کرتی ہیں، مثلاً۔۔۔ ترجمہ آیات۔۔ (۳:۱۷۳؛۸:۲؛۹:۱۲۴؛۱۹:۷۶؛۳۳:۲۲؛۴۷:۱۷؛اور ۴۸:۴)۔
>
> ماتریدیہ کا نقطہ نظریہ ہے کہ اعمال کے برعکس ایمان نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے کیونکہ اس کا شمار ممکن نہیں، مزید یہ کہ اعمال اور ایمان دو علیحدہ چیزیں ہیں، اعمال کی تعریف میں ایمان شامل نہیں۔ یہ موقف ہمارے زمانے تک باقی رہنے والے فقہی مکاتب میں سے قدیم ترین حنفی مکتب فکر کے بانی نعمان بن ثابت بن کاوس التیمی المروف ابو حنیفہ (۸۰-۱۵۰ / ۶۹۹-۷۶۷) نے فقہ الاکبر اور رسالہ الی عثمان البتی میں پیش کیا ہے۔ موخر الذکر رسالے میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق کا تقاضا کرتا ہے اور یہ عمل سے مکمل طور پر مختلف ہے، اس کا ثبوت وہ پچاس (۵۰) آیات ہیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے“ یعنی اللہ نے ایمان اور عمل میں فرق کیا ہے۔ ایمان کے لیے مطلوب تصدیق یا تو مطلق ہوتی ہے یا بالکل نہیں ہوتی: ”اگر تصدیق مطلق نہ ہو تو یہ ظن اور گمان کے درجے میں شمار ہو گی، اور متکلمین کے ہاں ایسی غیر یقینی

تصدیق کا ایمان اور عقیدے کے معاملے میں کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: اور بے شک گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا (قرآن ۲۸:۵۳)''[۸]

ماتریدیہ کے نزدیک ایمان میں بڑھوتری کی آیات کا اطلاق ان اشیاء میں اضافے سے متعلق ہے جن پر ایمان لانا واجب ہے۔ جیسا کہ صحابہ وقتاً فوقتاً ان سب چیزوں پر ایمان لاتے رہے جن کا حکم تدریجاً عرصہ ۲۳ سال میں قرآن کی صورت میں نازل ہوتا رہا، ہر نئی وحی پر ایمان ان کے ایمان کو بڑھاتا رہا، مذکورہ آیات اسی اضافے کا مصداق ہیں۔ ماتریدیہ کے ہاں ایمان میں اضافے سے مراد قلبی تصدیق کے علاوہ مومنین کے اطاعت اور عبادت گزاری جیسے اعمال میں اضافہ بھی ہے۔[۹]

بعض اشاعرہ بھی اس ماتریدی عقیدے کے حامی ہیں جیسا کہ ابن حاجب اپنی مشہور تصنیف عقیدہ میں لکھتے ہیں کہ ''ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان شاء اللہ میں مومن ہوں''۔[۱۰] اشاعرہ کے اس استثنائی موقف کے لیے دیکھیے مقالہ مومنین۔

متاخرین علماء کے نزدیک ان دونوں عقائد میں کوئی بنیادی فرق نہیں۔ ایمان کے حوالے سے اشاعرہ اور ان کے حامیوں کا موقف اس نظریے پر قائم ہے کہ ایمان کے درجات ہیں جن کا انحصار اعمال پر ہے، جب کہ ماتریدیہ ایمان کے جوہر اور اساس پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں جو ایمان کا اصل ہے اور اس کا حصول داخلی قلبی تصدیق پر مبنی ہے۔ گویا ایمان میں کمی بیشی کے حوالے سے اشاعرہ اور ماتریدیہ کے عقائد میں فرق صرف اصطلاحی حد تک ہے۔[۱۱]

ابن عبد السلام لکھتے ہیں: اگر ایمان کا مقصد ایک ہی ہے کہ خالق کائنات کے وجود کی قلب سے تصدیق کی جائے تو پھر ایمان میں کسی کمی بیشی کا تصور باقی نہیں رہتا، لیکن اگر ایک سے زائد چیزوں پر ایمان لانا مقصود ہے تو پھر ان چیزوں میں کمی یا زیادتی کے ساتھ ساتھ ایمان میں بھی زیادتی یا کمی ممکن ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: اور جب ان پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے (۸:۲)۔ جس ایمان میں اضافہ ہو رہا تھا وہ وہ تھا جو اب تک نازل کی گئی وحی پر ایمان لانے سے حاصل ہوا تھا، جب مزید وحی کا نزول ہوتا تھا اور وہ اس پر ایمان لاتے تھے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا تھا۔[۱۲]

معروف فقیہ ابو سلیمان حمد بن محمد البستی الخطابی (۳۱۹-۳۸۸ / ۹۳۱-۹۹۸) کے نزدیک کمال درجے کے ایمان کا انحصار تین چیزوں پر ہے: زبان سے اقرار، جس میں کمی بیشی ممکن نہیں؛ اعمال، جن میں اضافہ یا کمی ہو سکتی ہے؛ اور تصدیق بالقلب، جس میں اضافہ تو ممکن ہے لیکن کمی نہیں ہوتی، کسی بھی قسم کی کمی سے مراد ایمان کے دائرے سے خروج ہے۔[۱۳]

---

۸ قاری، شرح الفقہ الاکبر، ص ۱۸۴۔

۹ دیکھیے: اسمندی، لباب، ص ۵۳؛ خبازی، ہادی، ۴:۱۲؛ سمرقندی، رکنیّہ، ص ۹۶؛ عبد اللہ نسفی، اعتماد، ص ۳۵؛ تفتازانی، شرح العقائد؛ قاری، منح، ذیل ص ۲۶؛ بیاضی، اشارات، ص ۴۰؛ خادمی، بریقہ، فرق نمبر ۱۹؛ بدایونی، معتقد، ۶.۹؛ سعیدی، زبد، ص ۳۶)۔

۱۰ ابن حاجب، عقیدہ، ص ۳۱۔

۱۱ باجوری، شرح جوہرۃ التوحید، ص ۵۰-۵۱۔

۱۲ عز بن عبد السلام، معنی الایمان والاسلام، ص ۲۰۔

۱۳ باجوری، شرح جوہرۃ التوحید، ص ۵۱۔

۹. فہرست مصادر و مراجع

مقالے کے آخر میں استعمال کیے گئے تمام مصادر کی فہرست دو طریقوں سے دی جاتی ہے: (۱) جو حوالہ جات کثرت سے استعمال ہونے والے مصادر کی فہرست میں موجود ہوں انہیں مختصر صورت میں درج کیا جاتا ہے اور جو اس فہرست میں نہ ہوں، ان کی مکمل تفصیل دی جاتی ہے۔ (کثرت سے استعمال ہونے والے مصادر کی فہرست منصوبے کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔)

۱۰. مقالے کا اختتام

ہر مقالے کے آخر میں مزید دیکھئے کے عنوان سے ان تمام مقالات کی فہرست دی جاتی ہے جن کا حوالہ مقالے میں بین السطور دیا گیا ہو۔۔: مثلاً:

مزید دیکھئے: بچپن اور جوانی؛ نعمتیں، رحمتیں اور اللہ کی عنایات؛ خوشی اور غمی؛ جزا و سزا؛ دعاء اور قبولیت دعاء